الزبیر

تحریک آزادی نمبر

۱۹۷۰ء

(۲)

سرپرست:
جناب محمد ضیاء الدین خان صاحب
کمشنر بہاولپور ڈویژن

مدیر:
مسعود حسن شہاب

قیمت فی پرچہ
-/۱۰۰
ایک سو روپے

اردو اکیڈمی بہاولپور

عزیز احمد قادری چشتی

شہید وطن مولوی وہاج الدین مرادآبادی

ہر دور اور انقلاب اپنے دامن میں ایک نئی تاریخ لیکر سامنے آتا ہے اسی طرح ۱۸۵۷ء کا دور بھی اپنے دامن میں ہندوستان کے لئے ایک تاریخ لے کر رونما ہوا۔ جہانتک ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا تعلق ہے اس پر خامہ فرسائی کرنا سورج کو چراغ دکھاتے کے مترادف ہے کیونکہ اس جنگ آزادی کے متعلق ہنوز ان گنت کتب تصنیف ہو چکی ہیں اور اس جنگ آزادی کے واقعات شاید کسی اہل نظر اور محب وطن کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

میری نظروں سے بھی مختلف مورخ کی مختلف تواریخ گذر چکی ہیں لیکن ہر تاریخ میں مجھے مرادآباد کے مجاہدین اور بالخصوص شہید وطن مولوی وہاج الدین عرف مولوی منو مرادآبادی کے واقعات جنہوں نے اس جنگ آزادی میں تن من دھن سے حصہ لیا تھا تشنہ محسوس ہوتے ہیں اور اس لئے اس تشنگی کی شدتِ احساس سے مجبور ہو کر میرے قلب و شعور نے مجھکو اس باب کہنہ مگر انتہائی روشن امنی پر قلم اٹھانے پر اکسا دیا۔ میرا بیان یہ تحریر کرنا کسی مورخ یا مصنف کی تضحیک مقصود نہیں بلکہ میں جو کچھ بھی لکھ رہا ہوں۔ وہ اس خیال کے تحت کہ آئندہ کا مورخ جب ہندو پاکستان کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی تاریخ مرتب کرنے بیٹھے تو یہ چند سطور اس کے کام آ سکیں۔ اور قارئین صحیح اور مصدقہ واقعات سے روشناس ہو سکیں۔

یہ کہنا بھی شاید خود نمائی اور خود ستائی ہی ہو گا کہ میں جو کچھ بھی لکھ رہا ہوں وہ درست اور قطعی حقیقت پر مبنی ہیں لیکن غیر منقسم ہندوستان کی اس جنگ آزادی کے مفصل حالات میں نے اپنے نانا مولوی حمید الدین عرف چھوٹے مولوی صاحب کے برادر ہمشیرہ زادہ مولوی وہاج الدین عرف مولوی منو کی زبانی سنے۔ اگرچہ ۱۸۵۷ء وہ پختہ سال انسان نہ کہے جا سکتے تھے۔ مگر اپنے خاندانی بزرگوں کی زبان سے سنے ہوئے روز و شب کے

تذکروں اور چشم دید واقعات نے جو ان کے قرطاس ذہن پر نقوش چھوڑے انہیں اس لحاظ سے مصدق ودوام کہا جاسکتا ہے کہ شہر کے ثقہ اور قدیم خاندانی جہاندیدہ بزرگ افراد کے بیانات۔ نانا میاں کے بیان سے بعینہ ملتے جلتے تھے۔ اس لیے میں یقین اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میری سطور تصنع سے بری ہیں بہرحال مرادآباد کے جن لوگوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا ان میں مولوی صاحب مذکور کے کارہائے نمایاں قابل ذکر ہیں۔ اس لیے میں ان کی ذات گرامی پر تفصیلی روشنی ڈالنا اپنا فرض عین سمجھتا ہوں۔

شہید ملت۔ فدائے قوم مولوی وہاج الدین عرف مولوی منو رحمۃ اللہ علیہ خلف مولوی جمیل الدین ابن مولوی وجیہہ الدین ابن مفتی شبیر محمد مرادآباد کے ممتاز با اثر قوم پرور اور جلیل القدر رئیس تھے۔ نہایت ہی فیاض، سیر چشم اور مہمان نواز تھے ان کا دسترخوان فراخ مذہب کے معاملے میں آہنی ستون عبادت گزار بے مثل شجاع۔ اخلاق کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ ہر اعلیٰ وادنیٰ کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے سب سے یکساں ملتے جلتے ہر ایک کے دکھ درد میں برابر کے شریک رہتے تھے ضرورت مندوں اور غرباء کی دل کھول کر امداد کرتے اور ان کی تقریبوں اور محفلوں میں بغیر کسی بلند و پستی کے فرق کے شریک ہوتے مختصر یہ کہ بہت بڑے جتھے بند اور مقتدر رئیس ابن رئیس تھے۔ لندن سرکار سے خصوصی اعزاز بھی ملا ہوا تھا۔ شہر کے حکام نہایت احترام کرتے تھے اور ان سے ملنا باعث فخر و ناز سمجھتے تھے۔

مولوی صاحب کو عربی، فارسی اور اردو علوم کے علاوہ انگریزی زبان پر بھی پوری قدرت حاصل تھی ---------- انہوں نے انگریزی زبان اپنے حقیقی چچا مولانا محمد اسمٰعیل لندنی کی بیوی سے جو ایک یورپین مہذب خاندان سے تعلق رکھنے والی لیڈی تھیں پڑھی تھی۔

مولانا محمد اسماعیل لندنی قریب قریب ہر زبان کے عالم تھے ان کے باپ مولوی وجیہہ الدین اور دادا مفتی شبیر محمد عمائدین شہر میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے مولانا محمد اسماعیل لندنی اور مولوی جمیل الدین دونوں حقیقی بھائی تھے اور دونوں بھائی اودھ سرکار میں بلند عہدوں پر فائز تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں:۔

سرکار اودھ کی طرف سے جو علماء وقتاً فوقتاً لندن پہنچ گئے۔ ان میں دو نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولوی محمد اسماعیل لندنی اور مولوی محمد حسین لندنی ان دونوں نے

یوروپ کے جدید علوم و فنون سے اہلِ ملک کو آشنا کیا۔ مولوی محمد اسماعیل لندنی مراد آباد کے رہنے والے تھے جو نواب نصیر الدین حیدر کی طرف سے سفیر لندن بھی مقرر ہوئے منطق کی بعض پرانی کتابوں پر ان کے حاشیے ہیں ۱۲۵۳ھ میں وفات پائی نواب نصیر الدین حیدر جو لکھنؤ میں جو یورپین علماء رہتے تھے ان سے برابر کی ان کی ملاقاتیں رہتی تھیں۔ اس کا نتیجہ وہ رسد خانہ ہے جو ۱۲۴۷ھ میں شاہ نصیر الدین حیدر کے زمانے میں جرنل کلاوڈ کی کوٹھی میں بننا شروع ہوا اور محمد علی شاہ کے زمانے میں بن کر تیار ہوا۔ اس رسد خانہ میں کرنل ولکاکس کے علاوہ مولوی عبدالرب صاحب مولوی کمال الدین صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب مراد آبادی شریک تھے۔

(ماخوذ نقوش سلیمانی صہ ۸۲)

مولینا محمد اسمٰعیل لندنی کا کوئی نواسہ اور پوتہ نہ تھا صرف ایک لڑکی تھی اور ایک ہی نواسی تھی نواسی کا نام شہر بانو تھا چونکہ مولانا کے کوئی مزید اولاد نہ تھی اس لئے ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھتیجے، مولوی وہاج الدین الدین عرف مولوی منو کو دولت انگلشیہ سے خلعت کے ساتھ ساتھ وہ اعزازی چیز بھی عطا کی گئی جو لندن سرکار سے ان کے چچا مولانا محمد اسمٰعیل لندنی کو ملی تھی یہی وجہ تھی کہ جب کوئی انگریز مولوی منو صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے ان کے دولتکدے پر حاضری دینے آتا۔ تو سلام کے بعد بھی مؤدب کھڑا رہتا۔ جب مولوی صاحب مذکور اس اعزازی شے کو تن سے جدا کر کے الگ رکھ دیتے تو بیٹھ کر گفتگو کرتا۔ غرض مولوی صاحب شہر کی ناک تھے۔

مولوی صاحب مذکور کے تین بھائی اور ایک بہن تھی جو آزادی کی جنگ میں ان کے دوش بدوش رہے۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

مولوی سراج الدین۔ مولوی منہاج الدین۔ مولوی عبداللہ اور فضیلت النساء۔

فضیلت النساء کی شادی مولوی افضل الدین کے ساتھ ہوئی تھی جو مفتی بہاء الدین کے پوتے تھے آپس کے اتحاد اور اتفاق کی بنا۔ پر صحرائی اور سکنائی جائیداد مشترک تھی اور سب بھائی اور بہن یکجائی طور سے محلہ رفعت پورہ میں رہتے تھے۔ جائے سکونت گھیر منو کے نام سے مشہور تھی مقام سکونت کے قریب ایک مسجد بھی ہے جو عہد حاضر میں مولوی مختصر صاحب کی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ ان مقامات پر مولوی منو کے خاندان کا کوئی فرد آباد نہیں۔ عرصہ دراز سے جولاہے ورندان ساز وغیرہ مقام مذکور کو خریدنے کے بعد آباد ہو گئے ہیں۔

بیٹے کے زمانہ میں ان کے علاوہ دو اور قابل تذکرہ ہیں۔ مولوی عبدالرب اور مولوی کمال الدین حیدر

مولوی وہاج الدین کے یہاں روزانہ شہر کے شرفاء اور اہل علم جمع ہوا کرتے تھے ان کا حلقہ احباب ذی علم لوگوں سے پُر تھا جن میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ مولانا کافی صاحب مولوی سرفراز علی صاحب۔ سید اکبر علی صاحب۔ سید گلزار علی صاحب اور مولوی وزیر علی صاحب مولوی وجیہہ الدین بھی کئی بھائی تھے ان کے ایک بھائی کے بیٹے قاضی محمد بخش صاحب شہر کے قاضی تھے۔ قاضی صاحب بھی شہر کے عمائدین میں سے تھے۔ قاضی صاحب کی اولاد میں۔ قاضی محمد عباس قاضی تجمل حسین۔ قاضی امداد حسین وغیرہ وغیرہ تھے لیکن قاضی خاندان نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کوئی حصہ نہیں لیا اور نیوٹرل رہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولوی وہاج الدین عرف منو نے ایک قائد کی حیثیت سے انتہائی سرگرمی سے کام کیا اور منظم سکیم کے تحت پارٹیاں قائم کرنے کے لئے پوشیدہ طور پر بذات خود اور نمائندوں کے ذریعہ سربرآوردہ لوگوں کو حصول آزادی کی اس تحریک میں شرکت کی دعوت دیتے رہے۔ چند رؤسا ان کو اس کارنیک میں پیش پیش دیکھ کر ان کے ساتھ ہو گئے اور اس طرح ایک بڑی جماعت وجود میں آگئی لیکن نواب مجو خان جو شہر کے ایک بڑے رئیس تھے آخری وقت تک تحریک میں شامل نہ ہوئے اس وقت شہر کا جوائنٹ مجسٹریٹ جے جے کیل تھا۔ مسٹر جان کرانٹ ولسن جج تھے اور سی بی سانڈرس کلکٹر تھا۔ حکمران طبقہ ضلع مرادآباد کے لوگوں کے خیالات سے آگاہ ہو چکا تھا۔ انگریزی حکومت کے حالات روز بروز زبوں ہوتے جا رہے تھے۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جب مجسٹریٹ ضلع مسٹر سی بی سانڈرس کو میرٹھ چھاؤنی کی ہندوستانی فوج کے باغی ہو جانے کی اطلاع ملی تو اس کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور انگریز عہدیداران دانتوں تلے انگلی دبا گئے۔ کلکٹر نے حالات کا اندازہ کرتے ہوئے ضلع کا انتظام مسٹر جان کرانٹ ولسن جج (جو ایک معمر اور انتہائی مستقل مزاج انگریز تھا) کے سپرد کر دیا۔ اور یورپین عورتوں کو نواب مجو خان کی پناہ میں اس لئے دیدیا کہ وہ اس تحریک سے علیحدہ تھے اور خود بمعہ اپنے ساتھیوں کے دمدمہ کی کوٹھی کی طرف سے گزرتا ہوا نینی تال کی جانب فرار ہو گیا۔

۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو مولوی وہاج الدین عرف مولوی منو کی قیادت میں ضبط و نظم کے ساتھ حریت نوازوں کا ایک جم غفیر جیلخانہ کی طرف گیا۔ ہجوم نے مولوی منو صاحب کا اشارہ پاتے ہی جیلخانہ پاش پاش کر دیا۔ قائد نے سب سے پہلے پرچم محمدی لہرایا اور تمام قیدیوں کو آزاد کر کے ان کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات اہم کا انتظام کیا۔ بعد ازاں ان کے حسب خواہش جس نے اس جماعت میں شامل ہونا چاہا شامل کیا اور باقی لوگوں کو زاد راہ دے کر خدا حافظ کہدیا۔ قائد نے شامل ہونے والے نئے

لوگوں کا ایک جتھا بنا کر سید علی اکبر صاحب اور سید گلزار علی صاحب کی سپردگی میں اورمہ کی سمت روانہ کر دیا اس دوران میں جان کرافٹ ولسن حریت نوازوں کی مارچ کی خبر پاتے ہی روپوش ہو گیا۔

مراد آباد کے جلجانہ ٹوٹنے کی خبر روہیلکھنڈ میں پھیلتے ہی عہدیداران کا سارا رعب و دبدبہ یخ بستہ ہو کر رہ گیا تھا۔ ان کی جگہ در بھی دہشت عوام کے دلوں پر طاری تھی یکسر غائب ہو گئی۔ روہیلکھنڈ کے صدر مقام بریلی میں حافظ الملک نواب حافظ رحمت خان کے پوتے نواب خان بہادر خان حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے چکے تھے۔

مراد آباد سے ایک وفد قصبہ آنولہ اور بریلی بھیجا گیا۔ وفد کے صدر مولوی کفایت علی صاحب کافی تھے جنہوں نے اپنے فرائض انتہائی خوش اسلوبی۔ جوانمردی شجاعت اور دانشمندی سے سرانجام دیئے اور مراد آباد تشریف لے آئے۔

ریاست رام پور کی سرد فضاؤں میں بھی حرارت آچکی تھی لیکن انقلاب کی مکمل تیاریوں کے لئے جانا امر محال تھا ایسے میں کس کی ہمت تھی جو خود کو جان بوجھ کر آگ کے کنوئیں میں جھونکتا۔ مگر خدا بخشے قوم مولوی وہاج الدین عرف مولوی منو ہی کی یہ قوم پروری حب الوطنی اور شجاعت تھی کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ خطرات کی اس وادی میں کود پڑے۔ وہ بے خوف ہو کر رام پور خاص اور گرد و نواح کے قصبوں اور دیہاتوں میں جلسے کرتے پمفلٹ پڑھ کر سناتے اور اس طرح اپنے وطن کے سپوتوں کو بیدار کر کے جنگ آزادی کی تحریک میں شمولیت کی دعوت دیتے۔

مرزا ناظم بخت کے بیٹے اور فرخ سیر بادشاہ کے نواسہ شہزادہ فیروز شاہ کا جب ورود مراد آباد ہوا تو شہر کے خواص و عوام سب ہی شاندار طریقے پر استقبالی ہوئے مولوی وہاج الدین عرف مولوی منو فیروز شاہ کے دست راست تھے مولوی صاحب مذکور اور دیگر روسائے شہر اس کی ہر قسم کی معاونت کرتے رہے۔ شہزادہ فیروز شاہ نے شہر کا گشت کیا۔ اور فرداً فرداً ان روسا کے یہاں بھی گیا جو جنگ آزادی میں شریک نہ تھے اور اپنے دروازے مقفل کر چکے تھے بالآخر فیروز شاہ نے نواب مجو خاں کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا لیکن ہر دستک اور صدا کا جواب مکمل سکوت ہی رہا اور دیگر روسائے شہر کی طرح مجو خاں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ شاہزادہ مایوس ہو کر ان کے در پر یہ الفاظ لکھ کر واپس ہو گیا۔

"نہ کھلواؤ دروازہ مگر یاد رہے جیا کہ تم ایسی موت مارے
جاؤ گے کہ لوگ عبرت حاصل کریں گے۔ ہم تو جاتے
ہیں!"

مراد آباد میں فیروز شاہ اور اس کی ہمراہ فوج کا پڑاؤ اس باغ میں ہوا تھا جس باغ کی کوٹھی میں کبھی منول والا صاحب رہتا تھا۔ مقام مذکور اس سڑک پر واقع ہے جو سڑک گل شہید کے برف خانہ کے ٹکڑ سے بڑے اسٹیشن کو جاتی تھی۔

ریاست رامپور کے نواب نے قوم سے غداری کی۔ اور انگریزوں کی ہر ممکن اور ہر طرح کی مدد پہنچاتا رہا انگریزوں نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ انگریزوں نے نواب رامپور کی کثیر فوج لے کر مراد آباد پر چڑھائی شروع کر دی۔ شاہزادہ فیروز شاہ کی سرپرستی میں مولوی وہاج الدین عرف مولوی منّو کے علم جہاد کے زیر سایہ مجاہدین جنگ آزادی نے نواب کی فوج اور انگریزوں سے خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ بعض خواتین مردانہ لباس زیب تن کر کے میدان میں آئیں اور مخالفین کے دانت کھٹے کر دیئے۔ لیکن حریت نوازوں کو شکست ہوئی اور انگریز شہر پر قابض ہو گئے۔ شاہزادہ فیروز شاہ سنبھل والی سڑک سے روانہ ہوا اور کندرکی ہوتا ہوا قصبہ آنولہ سے گزر کر بریلی جا پہنچا۔ اگرچہ انگریزوں نے اس کا بے حد تعاقب کیا مگر فیروز شاہ کی گرد کو بھی نہ پا سکے۔

شہر پر قبضہ کرتے ہی انگریز افسران نے ضلع کلکٹر سانڈرس کی نواب مجو خان کی پناہ میں دی ہوئی عورتیں واپس لیں۔ نواب مجو خان اس تحریک آزادی میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے قطعی محفوظ تھے اور ان پر کوئی حرف نہیں آیا تھا لیکن جب یورپین عورتیں واپس گئیں تو انہوں نے افسران سے مجو خان کی شکایات کیں جس کو انگریز افسران برداشت نہ کر سکے۔ اور انہیں گرفتار کر کے ان پر مقدمہ چلایا گیا اور چونے میں پھکوا کر ان کی نعش کو ہاتھی کے پیر سے بندھوا کر کھچوایا گیا اور ان کی تمام جائیداد ضبط کر لی گئی۔

انگریزوں نے برسر اقتدار ہوتے ہی شمع حریت کے پروانوں کی ایک طویل فہرست بنائی۔ فہرست میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ گرفتاریاں شروع کر دی گئیں۔ محبان وطن کے لئے سزائے موت کا حکم جاری ہونے لگا۔ شہر کی مختلف سمتوں میں پھانسی گھر قائم کئے گئے۔ پھانسیوں کا مرکز سرائے پختہ کے سنبھلی گیٹ کے متصل رکھا گیا۔ جہاں نثار قوم کو آزادی سے پھانسیاں دی جانے لگیں۔ حریت کے پروانوں کے لئے کوئی قانون اور کوئی انصاف نہ تھا۔ جو شخص جس کا بھی نام لے لیتا۔ اس کو انتہائی بے رحمی سے پھانسی کے تختے پر چڑھا دیا جاتا اور پھانسی کے بعد انہیں وہیں دفنا دیا جاتا تھا۔ شہدائے ملت کی یادگار میں ایک محلہ اب بھی آباد ہے جو گل شہید کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

ایک شخص نے جو مولوی وہاج الدین عرف مولوی منو کے دستر خوان کا بچا گڑبلا بھی رہ

چکا تھا۔ متعلقہ انگریز افسر کو مولوی صاحب مذکور کی تحریک آزادی کی مخبری کر دی اور گرفتار کرا دینے کی حامی بھر لی۔ اس افسر نے اسی وقت ایک رسالہ بھاگ ڈبلے کے ہمراہ مولوی صاحب مٹو کو گرفتار کر لینے کے لئے بھیجا یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ اور عصر، مغرب کے درمیان کا وقت۔ بھاگ ڈبلے نے ملازم کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ مولوی صاحب ان دنوں انتہائی محتاط تھے۔ مگر آنے والے کا نام سنتے ہی ان کی احتیاط اور وقت کی نزاکت نرم دلی، خلوص اور ہمدردی کے تلے دب گئی۔ اور انہوں نے فوراً ہی صدر دروازہ کھول دینے کا حکم صادر فرما دیا۔ دروازہ کھلتے ہی بھاگ ڈبلے کے ساتھ فوجی رسالہ بھی دیوان خانہ میں داخل ہوا۔ اور آزادی سے آگے بڑھا۔ اس پر ایک نمک حلال ملازم نے تیوری بدل کر مداخلت کی جسکو اسی وقت شہید کر دیا گیا۔ مولوی صاحب نے اپنی بندوق جو قریب ہی بھری ہوئی رکھی تھی اٹھائی لیکن معاً ان پر گولیاں برس پڑیں۔ اور ان کی روح کلمہ پڑھتی ہوئی قفس عنصری سے عالم بقا کو پرواز کر گئی۔ آقا اور ملازم کی نعش فوجی رسالہ اپنے ساتھ لے گیا۔ اور ان کی تمام آبائی جائیداد ضبط کر لی گئی۔

مولوی وہاج الدین عرف مولوی مٹو اور ان کے ملازم دونوں شہداء کی پختہ قبریں حظیرہ کے اندرون واقع محلہ کنجری سرائے نعل بندوں کی مسجد کے نزد کچہری روڈ کے متصل میدان میں نیم کے اشجار کے سایہ میں موجود ہیں۔